مظفر علی کشمیری

پی ایچ ڈی (اقبالیات) سکالر، علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی، اسلام آباد

ڈاکٹر سید محمد جواد ہمدانی

پی ایچ ڈی (اقبالیات) سابق صدر شعبہ فارسی، بین الاقوامی اسلامی یونیورسٹی، اسلام آباد

جبر واختیار اور قضاوقدر (پیر رومی و مرید ہندی کی نگاہ میں)

(جبر وقدر، مثنوی معنوی اور کلیات اقبال میں)

Muzaffar Ali Kashmeeri
Ph.D (Iqbaliat) Research Scholar, Allama Iqbal Open University, Islamabad.
Dr. Syed Muhammad Jawad Hamdani
Ph.D (Iqbaliat) Ex HOD Persian Department, International Islamic University, Islamabad.

Fatalism, Free will and Divine's Decree in Masnawi-e-Maulana Rumi and Works (Kulyaat) of Allama Iqbal

The question of free will and fatalism, like all great minds, have been a life-long preoccupation of great Persian poet Maulana Jalaldudin Rumi and Allama Muhammad Iqbal, poet philosopher. Being an Ash'arite Maulana, by most of the commentators, has been categorised as Fatalist and by few as Amr Bain ul Amreenia, the middle path. Allama Muhammad Iqbal as being a vocal advocate of free will, appears to differ from his spritual master Maulana Rumi. Hence there is a conflict between these two towering figures of Eastern literature. This Article investigates this conflict in detail and concludes that most of commentators of Maulana Rumi have missed out some important dimensions. One of those missing dimensions is nature of poetic and mystical experiences, which vary from time to time and the poetry which is the outcome of such a varying experience is bound to be conflicting.

Keywords: *Fatalism, Maulana Jalaldudin Rumi, Allama Muhammad Iqbal, Poetic and Mystic experience, Freewill and determinism.*

ISSN (**Print**): 2709-9636 | ISSN (**Online**): 2709-9644
Volume 2, Issue IV, (October to Decmber 2021)

جبر سے مراد کسی شخص کا کسی عمل کو انجام دینے یا ترک کرنے پر مجبور ہونا، دوسرے الفاظ میں کچھ اس طرح حوادث کا مطیع ہونا کہ آدمی حادثات کے سامنے ان کا کسی بھی قسم کے مقابلہ کی قدرت نہ رکھتا ہو۔

اختیار سے مراد ہے کسی عمل کی انجام کاری اور انتخاب میں آزادی، برخلافِ جبر کہ اس میں انتخاب کا وجود نہیں تھا۔ اختیار نکتہ ہے جبر کے مخالف۔ ہر ایک کا وجود دوسرے کے عدم سے ملزوم ہے۔

جب بھی انسان قدرتی یا معاشرتی حادثات سے روبرو ہوا ہے، حادثات کے وقوع کے اسباب کی طرف توجہ نے اسے سوچ و بچار میں غرق کر دیا اور خود بخود اس کے سامنے یہ سوال رکھ دیا کہ، کیا ایسے حادثات کے تکرار کو روکا جا سکتا ہے؟ آیا کچھ خوشگوار حادثات کے تکرار کے اسباب و وجوہات کو فراہم کیا جا سکتا ہے؟ وہ کونسی چیز ہے جو ان حادثات کے وقوع کا باعث ہوتی ہے؟

ان حوادث کے دائرے میں انسان کا مقام کہاں ہے۔ لہٰذا اس بحث کی حدود دینی علماء کے گھیرے سے بالاتر جا چکی ہے اور مادہ پرستوں کے درمیان رائج رہی ہے۔

اسلامی تاریخ کے مطالعہ اور مختلف اسلامی فرقوں کے علماء کے افکار و آراء کی طرف توجہ سے مسلمانوں کی رائے تین مکمل عنوانات میں خلاصہ کیا جا سکتا ہے۔

الف) جبریہ

ب) اختیاریہ (مفوّضہ)

ج) عدلیہ یا (امر بین امرینیہ) [۱]

پہلا اور دوسرا نظریہ، بہت سے علمائے عامہ سے متعلق ہے کہ انہیں معتزلہ اور اشاعرہ بھی موسوم کیا گیا ہے۔ اس مکتب فکر کا بانی ابو الحسن علی بن اسماعیل ابن اسحاق الاشعری (ولادت بصرہ ۲۶۰ھ ق، وفات بغداد ۳۳۰ھ ق) ہے۔ اشاعرہ، اہل سنت کے اس گروہ میں سے ہیں جنہوں نے انسان کو اپنے افعال و اعمال میں مجبور جانتے ہوئے تمام افعال و اعمال کو خداوند سبحان سے نسبت دی ہے۔ [۲]

معتزلہ یا مفوّضہ وہ اشخاص ہیں جو انسان کو اپنے اعمال میں خود مختار جانتے ہوئے کہتے ہیں: اللہ پاک نے انسان کو خلق کیا اور اسے عقل اور طاقت بخشی تا کہ اپنے تمام کاموں کو خود انجام دے۔ اسی لیے اُسے ہر کام کے بجا لانے کی طاقت تفویض کی گئی۔

ISSN (**Print**): 2709-9636 | ISSN (**Online**): 2709-9644
Volume 2, Issue IV, (October to Decmber 2021)

معتزلہ معتبر مسلمانوں کا فرقہ جن کا بنی اُمیہ کے دور کے اواخر میں ظہور ہوا، اور چند صدیاں اسلامی تمدن میں ان کی تاثیر باقی رہی، اس مکتب فکر کا بانی حسن بصری کا شاگرد واصل بن عطا جس کی ۸۰ھ ق، مدینہ منورہ میں ولادت ہوئی اور اس نے ۱۳۱ھ ق بصرہ میں وفات پائی اس نے عمرو بن عبید کی معیت میں معتزلہ مکتب فکر متعارف کرایا، وہ حسن بصری کے شاگردوں میں سے تھا۔ اسلام میں درحقیقت اس فرقہ نے علم کلام کی بنیاد رکھی اور یہ لوگ قرآنی آیات کی تاویل وتوجیہ کرتے تھے۔(۳)

عدلیہ، وہ گروہ ہیں جنہوں نے سابقہ دونوں نظریات کو افراط و تفریط قرار دیتے ہوئے اعتدال کی راہ اپنانے کی کوشش کی۔ ان کے اعتقاد کے مطابق انسان نہ تو کاملاً مجبور ہے اور نہ ہی مختار، بلکہ کچھ امور میں مجبور ہے اور کچھ میں مختار اس لیے انہیں عدلیہ "امر بین امرینیہ" کہا گیا، یعنی دونوں امور جبر و اختیار کے درمیان متحرک رہتے ہوئے ہر ایک امر کو اس کے خاص مقام پر قبول کرتے ہیں۔

مولانا رومی کے بقول

اگر ایک معاشرے کا عدالتی نظام کسی کو سزا دیتا ہے یا تعزیرات سے روکتا ہے، یہ بھی اختیار کی دلیل ہے، چونکہ مجبور انسان سزا کے قابل نہیں اسی طرح ہمت افزائی اور تعریف کے قابل نہیں۔

اگر لوگ بد کرداروں کی شکایت کرتے ہیں یہ اس اختیار کی رو سے ہے جو طرفین کو حاصل ہے۔ شاکی شکایت کرے یا نہ کرے اور بد کردار شخص تخلف کا مرتکب ہو یا نہ ہو، اگر اختیار نہ ہوتا تو مرتکب کی شکایت بھی رد ہو جاتی اور شکایات کی شنوائی بھی۔

انسان زلزلے اور سیلاب کے نتیجے میں ہزاروں مشکلات سے دوچار ہوتا ہے لیکن کبھی بھی زلزلے یا سیلاب سے شکایت نہیں کرتا چونکہ وہاں اختیار کا وجود نہیں ہے لیکن اگر کوئی کسی (دوسرے شخص) کو ہلکی سی چوٹ لگائے تو فوراً اس پر غضبناک ہو کر اس کے ہاتھوں شکایت کرتا ہے۔ انفرادی یا اجتماعی انصاف کا عمل معاشرتی قوانین کے نفاذ کی ضمانت ہے۔ قوانین کا نفاذ ماحصل ہے اختیار کے موجود ہونے کا۔

مولانا رومیؒ کہتے ہیں وہ حضرات جنہوں نے اختیار کو فقط خداوند متعال میں جانا اور اس کے سوا کی نفی کرتے ہیں، انہیں کبھی بھی کسی حادثہ سے پریشان نہیں ہونا چاہیے۔ جونہی انسان اپنے دشمن کی نسبت غصہ میں آتا ہے وہ طرفین کے اختیار پر دلالت کرتا ہے۔(۴)

ISSN (**Print**): 2709-9636 | ISSN (**Online**): 2709-9644
Volume 2, Issue IV, (October to Decmber 2021)

غیرِ حقّ را گر نباشد اختیار
(اگر)خدا کے علاوہ (کسی کو) اختیار نہ ہو
چون همی خائی تو دندان بَر عَدُو؟
تو دشمن پر دانت کیوں پیتا ہے
گر ز سقفِ خانه چوبِی بشکنَد
اگر گھر کی چھت کی کوئی کڑی ٹوٹ جائے
هیچ خشمی آیدت بَر چوبِ سقف؟
تجھے چھت کی کڑی پر کوئی غصہ آتا ہے؟
که چرا بَر من زد و دستم شکست؟
کہ وہ میرے کیوں لگی اور میرا ہاتھ توڑ دیا؟
کودکانِ خُرد را چون میزنی؟
تو چھوٹے بچوں کو تو پیٹتا ہے؟
آنکه دزدد مالِ تو، گوئی بگیر؟
جو شخص تیرا مال چراتا ہے تو کہتا ہے پکڑ لے
وانکه قصدِ عورتِ تو میکُنَد
جو تیری بیوی کا قصد کرتا ہے
گر بیاید سیل و رَختِ تو بَرَد
اگر سیلاب آئے اور تیرا سامان (بہا) لے جائے
گر بیاید باد و دستارت رَبود
اگر ہوا آئے اور تیری پگڑی (اڑا) لے جائے
خشم، در تو شُد بیانِ اِختیار
تیرا غصہ کرنا اختیار کا بیان بنا

خشم چون می آیدت بر جُرم دار؟
تو تجھے مجرم پر غصہ کیوں آتا ہے؟
چون همی بینی گناه و جُرم از اُو؟
تو اُس کی خطا کیوں سمجھتا ہے؟
بر تو اُفتد، سخت مجروحت کُند
تجھ پر گرے، تجھے بہت زخمی کر دے
هیچ اندر کینِ اُو باشی تو وقف؟
تو کبھی اس سے کینہ کرنے میں مبتلا ہو گا؟
یا چرا بَر من فتاد و کرد پَست؛
یا وہ مجھ پر کیوں گری اور مجھے گرا دیا؟
چون بزرگان را مُنزّه میکُنی؟
جبکہ تو بڑوں کو (اختیار سے) مبرّا سمجھتا ہے
دست و پایش را بُبر، سازش اسیر
اس کے ہاتھ پاؤں کاٹ ڈال اس کو قید کر لے
صد هزاران خشم از تو می دَمَد
(اس پر) تیرے لاکھوں غصے پھوٹ پڑتے ہیں
هیچ با سیل آورد کینی خِرد؟
کوئی عقل سیلاب سے کینہ وری کرتی ہے
کی ترا با باد دل خشمی نُمود؟
تیرا دل، ہوا پر کب غصہ کرتا ہے
تا نگوئی جبریانه اِعتذار
تاکہ تو جبریوں کی طرح بہانہ نہ کر سکے

ج۵ص۳۰۸-۳۰۹ش۳۰۳۹-۳۰۴۹ (۵)

مولانا رومیؒ کے ہاں جبریت / جبر پسندی بھی کم نہیں ان کی رائے میں جبر پسندی کے مختلف اسباب ہیں، تمام جبر پسند فقط ایک سبب سے جبر پسند نہ ہوئے بلکہ مختلف محرکات اس کا موجب ٹھہر چکے ہیں۔ اس وجہ سے

ان سب کے بارے میں ایک ہی حکم صادر نہیں ہو سکتا، ضروری ہے کہ دیکھا جائے افراد میں جبریت کا اصل سبب کیا رہا ہے۔

آپ لالچی، حریص اور کھاؤ آدمی کو بطور مثال لاتے ہیں، رمضان کے مہینے میں سحر کے وقت بیدار ہوا مگر خود کو یقین دلانے کے لیے کہ ابھی فجر طلوع نہیں ہوئی اپنے کمرے کے پردے ہٹاتا نہیں اور ایک خود ساختہ منظر تخلیق کر لیتا ہے تاکہ خود کو تلقین، ترغیب کر سکے کہ ابھی سحری کھانے کے لیے وقت باقی ہے۔ اس شخص کا فجر کو اس طرح دیکھنا کسی بھی چیز کو تبدیل نہیں کرتا۔(۶)

روشن است این لیک از طمع سحُور — آن خورنده چشم می بندد ز نُور
یہ (بات) واضح ہے، لیکن سحری کے لالچ میں — وہ کھانے والا روشنی سے آنکھ بند کر لیتا ہے
چونکه کُلّی میلِ اُو نان خوردَ نیست — رُو به تاریکی کُند، که روز نیست
چونکہ اس کی پوری خواہش روٹی کھانے کی ہے — اندھیرے کی طرف منہ کر لیتا ہے، کہ دن نہیں ہے
حرص چون خورشید را پنهان کُند — چه عجب گر پشت بر بُرهان کُند
لالچ، جب سورج کو چھپا دیتا ہے — کیا تعجب ہے اگر دلیل کی طرف پشت کر لے (۷)

ج۵ص۳۱۰ش۳۰۵۶-۳۰۵۸

ایک اور مثال میں ایک چور کا قصہ زیر بحث لاتے ہیں کہ وہ جب پکڑا جاتا ہے تو جبری ہو کر قاضی سے کہتا ہے۔ میں نے خدا کے حکم سے چوری کی اور اس امر میں میرا کوئی اختیار نہ تھا۔

مولانا رومی کے ہاں ان اختلافات و اعتراضات کی فلاسفی کے بارے میں قسم قسم کی تشریحات ملتی ہیں۔ آپ نے آخر کار مسئلہ کو سرّ الٰہی کے حوالے کرتے ہوئے یا میں نہیں جانتا (کہہ کر) خود کو رہا کر لیتے ہیں۔

جو کچھ بیان کیا جا چکا ہے وہ بہت سارے مواقع سے نمونے ہیں جو جبریت، جبر پسندی کو ظاہر کرتے ہیں اور قاری کو گمان ہوتا ہے کہ ان اشعار کا شاعر ایک جبریِ محض ہے۔ جبکہ اس سے پہلے خاص طور پر اختیار کے بارے مولانا رومی کی رائے کے بہت سے نمونوں کا ذکر کیا جن میں آپ نے اختیار کا دفاع کیا اور جبر پسندی کی سرزنش کی تھی۔ ان دو موضوعات کے علاوہ کہ مولانا رومی نے علی الخصوص جبر اور اختیار محض کہے، آپ کے ہاں ایسے موضوعات بھی ہیں جو جبر و اختیار کے ساتھ دلائل فراہم کرتے ہیں۔

ISSN (**Print**): 2709-9636 | ISSN (**Online**): 2709-9644
Volume 2, Issue IV, (October to Decmber 2021)

میدان جنگ میں کچھ لوگ فرار کی راہ اختیار کرتے ہیں، کچھ ٹھہرنے اور حملہ کرنے کو اختیار کرتے ہیں۔ دونوں گروہ اختیار کی توانائی سے استفادہ کرتے ہیں۔ لیکن ایک دوسرے کی اضداد کا دو طرح استعمال، بعض اپنی جان کے خوف سے فرار ہو گئے اور بعض اپنی جان کے خوف سے حملہ آور ہوئے اور انہوں نے دشمن کو شکست دی۔

جان کا خوف دونوں کے دل میں ایک ہی شئے ہے لیکن اس کے نتائج دو طرح کے ہیں۔ وہ خوف جو راہ فرار پر منتج ہوتا ہے۔ جبراً شکست کو اپنے تعاقب میں لاتا ہے اور وہ خوف جو حملہ اور استقامت پر منتج ہو جبراً کامیابی اس کے ساتھ ہے۔ دو اضداد کے نتائج مسئلہ اختیار سے دو قسم کے نتائج کے حصول کے سبب سے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ توفیق الٰہی کبھی کوشش کی رکاوٹ نہیں ہوتی۔ بلکہ خود تلاش توفیقات میں اضافے کے اسباب فراہم کرتے ہیں اور دل کو منور کرنا، چمکانا توفیق میں اضافے کے جملہ اسباب میں سے ایک ہے۔[۸]

مولانا رومی ایک اور عاجزانہ دعا میں خداوند سبحان کو عرض کرتے ہیں کہ اختیار چند راستوں میں سے ایک ہے۔ لیکن میری خواہش ہے کہ اپنے اس اختیار کو تیری بارگاہ میں تقدیم کروں اور تو خود میرے لیے کسی ایک کا انتخاب فرما۔ صراط مستقیم بھی چند راہوں میں سے ایک ہے۔ کچھ لوگ مختلف راستے اختیار کرتے ہیں اور کچھ صراط مستقیم جن کے لیے اس کے علاوہ کوئی اور (راستہ) نہیں۔ میں چاہتا ہوں کہ تو خود اسی ایک کو میرا اختیار بنا دے کہ میں نے تیرے اختیار کو اختیار کیا ہے۔[9]

آلغیاث، ای تو غیاث ال مُستغیث
المدد، اے فریاد رسوں کی مدد!
زین دو شاخه اختیاراتِ خبیث
دوراہے کے اِن خبیث اختیارات سے

من ز دستان و ز مکرِ دل چنان
میں دل کے مکر اور فریب سے ایسا
مات گشتم که بماندم از فُغان
عاجز آگیا ہوں کہ فریاد سے (بھی) عاجز ہوں

من که باشم؟ چرخ بَا صد کاروبار
میں کون ہوں؟ آسمان نے (بھی) سینکڑوں کاروبار کے ہوتے ہوئے
زین کمین فریاد کرد از اختیار
اختیار کی وجہ سے اِس گھات کی جگہ سے فریاد کی ہے

کای خداوندِ کریم و بُردبار
کہ اے حلیم، کریم خدا!
دِه امانم زین دو شاخه اختیار
اِس اختیار کے دو راہے سے مجھے امن عطا کر

جذب یک راهِ صراط المستقیم
سیدھے راستے کے ایک راہ کی کشش
به ز دو راهه تردّد، ای کریم
اے کریم! دو راہے کے تردّد سے بہتر ہے

زین دو ره، گرچه همه مقصَد توئی
لیک خود جان کَندن آمد این دوئی

ISSN (**Print**): 2709-9636 | ISSN (**Online**): 2709-9644
Volume 2, Issue IV, (October to Decmber 2021)

اِس دوراہے سے اگرچہ تو ہی مقصود ہے — لیکن یہ دوئی خود جان کَنی ہے
زین دو ره، گرچه بجُز تو عزم نیست — لیک هر گز رزم همچون بزم نیست (۱۰)
اِس دوراہے سے اگرچہ تیرے سوا کا ارادہ نہیں ہے — لیکن رزم، بزم کی طرح ہر گز نہیں ہے
ج۶ص۳۳ش۲۰۰-۲۰۶

اگر کوئی اختیار سے متعلق مولانا رومی کے اشعار کا تحقیقاتی مطالعہ کرے تو وہ اسے بالکل اختیاری (ذہن کا) اور تسلیم شدہ آدمی تصور کرے گا۔

اگر فقط جبر کے موضوع پر اشعار کا مطالعہ کیا جائے تو اسے ہر لحاظ سے ایک جبری سمجھے گا۔ کیونکہ کوئی ایک بھی، تنہا صحیح نہیں ہوتا۔ اسی وجہ سے مولانا رومی نے دونوں (موضوعات) میں سے کسی ایک کے تنہا ذکر پر اکتفا نہیں کیا ہے، اس لیے مولانا رومی کو جبری یا اختیاریِ محض نہیں سمجھنا چاہیے۔ کیونکہ اشاعرہ اور معتزلہ میں سے کسی ایک فرقہ، گروہ نے کبھی بھی اپنے مخالفین کی آراء کا دفاع نہیں کیا ہے۔ لہٰذا ایسا نہیں ہو سکتا کہ جبری ہوتے ہوئے اختیار کا دفاع کیا جائے یا اختیاری ہونے کے دوران جبر کی حمایت کی جائے۔

مولانا رومی کے اس موضوع پر تمام اشعار کے مطالعہ سے ان کے بارے میں صحیح قول یہ ہے کہ

اول: انہوں نے امر بین امرین کو قبول کیا اور مکتبِ وسط کے حمایتی رہے لیکن امر بین امرین کی عبارت کو (کہیں بھی) بیان نہ کیا۔ مگر اس کے مضمون کو بالکل زیرِ بحث لائے اور اس کے پابند رہے۔

دوم: جبر و اختیار اور قضا و قدر کا مسئلہ بہت پیچیدہ پہلودار باتوں سے بھرپور اور بھید والے مسائل میں سے ہے، کہ کسی نے بھی اس سے متعلق آخری بات نہ کہی ہے، یہاں تک کہ جب اس بارے میں اکابرین سے سوال کیا جاتا، بعض مکمل جواب دیتے تھے اور کچھ سائل کو کہتے تھے یہ مسئلہ اللہ پاک کا ایک راز ہے، گہرا سمندر ہے۔ آپ اس میں قدم نہ رکھیں اور اس قسم کی باتیں بیان کرتے جو ان مسائل کو انسانی سوچ سے بلند تر ظاہر کرتی ہیں۔(۱۱)

مولانا رومی کی نظر میں قضا، مختلف تغیرات کی حامل ہے، کبھی کبھار انسان کو بخشش سے رنجش میں ڈال دیتی ہے، اور کبھی رنجش سے بخشش میں، کبھی انسان کے کان اور آنکھوں کو کھول دیتی ہے اور کبھی بند کر دیتی ہے۔

مولانا رومی حضرت یعقوبؑ اور یوسفؑ کے قصہ میں حضرت یعقوبؑ کی زبانی بیان کرتے ہیں: میں سوچا کرتا تھا کہ یوسفؑ کے بھائیوں نے اس کے لیے کوئی منصوبہ بنایا ہوا ہے۔ اسی وجہ سے میرا دل نہیں چاہتا تھا کہ اُسے اس کے بھائیوں کے ساتھ بھیجوں۔ لیکن گویا کہ قضائے الٰہی ایسے ہی تھی اور میں نے یوسفؑ سے تمام تر محبت اور اس کے بھائیوں پر بدگمانی کے باوجود اسے ان کے حوالے کر دیا۔(۱۲)

ISSN (**Print**): 2709-9636 | ISSN (**Online**): 2709-9644
Volume 2, Issue IV, (October to Decmber 2021)

گفت: این دانم، که نقلش از بَرَم
انہوں نے فرمایا کہ میں جانتا ہوں کہ اُن کو میرے پاس سے لے جانا

میفروزد در دلم رنج و سُقَم
میرے دل میں رنج اور بیماری کو مشتعل کرے گا

این دلم هرگز نمیگوید دروغ
میرا یہ دل کبھی جھوٹ نہیں بولتا ہے

که ز نورِ عرش دارد دل فروغ
کیوں کہ عرش کے نور سے دل روشنی رکھتا ہے

آن دلیلِ قاطعی بُد بَر فَساد
وہ فساد پر پکّی دلیل تھی

وز قضا آن را نکرد اُو اِعتَداد
قضاء(خداوندی) سے وہ اس کو گنتی میں نہ لائے

در گذشت از وی نشانی آن چنان
ایسی علامت اُن سے چھوٹ گئی

که قضا در فلسفه بُود آن زمان (۱۳)
کیوں کہ قضائ(خداوندی) اُس وقت حکمت میں تھی

این عجب نبُود که کور اُفتد به چاه
یہ تعجب کی بات نہیں ہے کہ اندھا کنوئیں میں گر جائے

بُو العجب، افتادنِ بینای راه
بڑا تعجب، راستہ دیکھنے والے کا گرنا ہے

این قضا را گونه گون تصریفهاست
اِس قضاء(خداوندی) کی طرح طرح تصرف ہیں

چشم بندش یَفعُل الله ما یَشَاست
"اللہ جو چاہتا ہے کرتا ہے" اُس کی چشم بندی ہے

ج۶ص۲۶۸-۲۶۹ش۲۷۵۷-۲۷۶۲

قضا کے تغیرات کی طرف توجہ کے ساتھ، انسان کو ہر امور میں قضا کی پناہ لینا چاہیے، تاکہ قضا کی پناہ میں ہوتے ہوئے دوسری قضاؤں سے محفوظ رہے۔

چون قضا بیرون کُند از چرخ سَر
قضا جب آسمان سے سَر نکالتی ہے

عاقلان گردند جُمله کور و کَر
سب عقلمند اندھے بہرے ہو جاتے ہیں

ماهیان اُفتند از دَریا برُون
مچھلیاں دریا سے باہر نکل پڑتی ہیں

مرغ پرّان گردد از دامی زبون
اڑنے والا پرندہ ایک جال سے عاجز آجاتا ہے

تا پری و دیو درشیشہ شود

بلکه هاروتی به بابَل دَر رَود

ISSN (**Print**): 2709-9636 | ISSN (**Online**): 2709-9644
Volume 2, Issue IV, (October to Decmber 2021)

یہاں تک کہ دیو اور پری بوتل میں بند ہو جاتے ہیں
بلکہ ہاروت بابل میں چلا جاتا ہے
جُز کسی کاندر قضا اندر گریخت
خونِ اُو را هیچ تربیعی نریخت
سوائے اُس کے جو قضا کی پناہ میں آگیا
کوئی تربیع (نحوست) اُس کا خون نہ بہا سکی
غیر آنکه، در گریزی در قَضا
هیچ حیله ندهدت از وی رها
سوائے اُس کے کہ تو قضا کی طرف بھاگے
کوئی تدبیر تجھے رہائی نہیں دلا سکتی (۱۴)
ج۳ص۵۶ش۴۶۹-۴۷۳

علامہ اقبال کے ہاں بھی جبر و اختیار کا مسئلہ بہت زیادہ اہمیت کا حامل رہا ہے۔ علامہ اقبال اس مسئلے پر اعتدال اور میانہ روی کی راہ اختیار کرتے ہیں جو قرآن و حدیث، عقل اور منطق کی راہ ہے۔ علامہ کے نزدیک امت مسلمہ میں بے عملی اور کاہلی کا سبب بھی جبر و قدر کے حوالے سے غلط فہمی تھی، جسے وہ شراب الست سے تعبیر کرتے ہیں کہ:

مجاہدانہ حرارت رہی نہ صوفی میں
بہانہ بے عملی کا بنی شرابِ الست (۱۵)

وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ جبریہ مسئلہ مضبوط ہوتا گیا جس کی بڑی وجہ وحدت الوجودی نظریہ تھا۔ حافظ سے سو سال پہلے 'گلشن راز' کے مصنف شیخ محمود شبستری جو آٹھویں صدی ہجری کے عظیم شاعر اور فلاسفر تھے، جن کی مثنوی سے متاثر ہو کر علامہ اقبال نے نئی مثنوی 'گلشن راز جدید' لکھی، جبری تھے یعنی انسان کو مجبور محض جانتے تھے ان کے نزدیک جو کوئی جبری عقیدہ کا قائل نہیں وہ گمراہ اور کافر ہے۔ وہ کہتے ہیں:

ہر آن کس را که مذهب غیر جبر است
وہ شخص جس کا مذہب جبر سے ہٹ کر ہے
نبی فرمودکاں مانند گبر است
رسول خدا نے فرمایا کہ وہ کافر کی مانند ہے (۱۶)

لیکن علامہ اقبال کے خیال میں ایمان جبر اور اختیار کے درمیان ہے۔ اس لیے وہ فرماتے ہیں:

ISSN (**Print**): 2709-9636 | ISSN (**Online**): 2709-9644
Volume 2, Issue IV, (October to Decmber 2021)

چنین فرمودہ سلطانِ بدر است
رسول اکرم (سلطان بدر) کا فرمان ہے
کہ ایمان درمیان جبر و قدر است (۱۷)
کہ ایمان جبر اور قدر کے درمیان ہے

انہی خیالات کا اظہار انہوں نے 'پیام مشرق' اور 'جاوید نامہ' میں بھی کیا ہے۔ وہ لکھتے ہیں:

سراپا معنی سر بستہ ام من
میں سر تا پا غیر واضح معنی مجسم ہوں
نگاہ حرف بافان برنتابم
خیالی پلاؤ پکانے والوں کی نگاہ کا متحمل نہیں ہوسکتا
نہ مختارم توان گفتن نہ مجبور
مجھے نہ ہی مختار کہا جاسکتا ہے او نہ ہی مجبور (۱۸)
کہ خاک زندہ ام در انقلابم
کیونکہ جیتی جاگتی مٹی کا پتلا انقلاب لانے میں مشغول ہوں

ایک اور رباعی میں لکھتے ہیں:

بپائی خود مزن زنجیر تقدیر
تو اپنے پاؤں میں تقدیر کی زنجیر نہ ڈال
تہ این گنبد گردان رہی ہست
اس متحرک آسمان تلے زمین پر راستہ بھی ہے
اگر باور نداری خیز و دریاب
اگر تجھے یقین نہیں تو یہ نکتہ سمجھ لے
کہ چون پاواکنی جولانگہی ہست (۱۹)
جونہی تو قدم بڑھائے گا تیرے سامنے ایک میدان موجود پائے گا

علامہ کے ہاں جبر کی دو اقسام ہیں، ایک جبر 'مذموم' ہے اور دوسرا جبر 'محمود' ہے۔

علامہ مشروط طور پر تقدیر کو اور اس کے تحت جبر کو بھی مانتے ہیں۔ ایسے جبر کو وہ 'محمود' کہتے ہیں جس میں مقاصد عالیہ کے لیے تڑپ اتنی شدت اختیار کر جائے کہ محسوس کرنے والا علت و معلول کے سلسلہ کو بالکل نظر انداز کر کے ظاہری نتیجہ سے آزاد ہو جائے۔ علامہ اس جبر کو مضر مانتے ہیں۔ جس میں سب کچھ مشیت پر چھوڑ دیا جاتا ہے جو ایمان کے خلاف ہے۔ علامہ ایمان کو یقین زندہ سے تعبیر کرتے ہیں جو فکری تجربات اور قلبی واردات کا نتیجہ ہے چناں چہ اسی قوت سے مجبوری مختاری میں بدل جاتی ہے زبور عجم میں علامہ لکھتے ہیں:

تو ہر مخلوق را مجبور گوئی
تیرے خیال میں ہر مخلوق مجبور ہے
اسیرِ بندِ نزد و دور گوئی
(اسے) زمان و مکان کا قیدی کہتا ہے
ز جبر او حدیثی درمیاں نیست
(روح کے) جبر کے بارے کوئی نکتہ درمیان نہیں
کہ جان بی فطرتِ آزاد جاں نیست
چونکہ روح مجبور نہیں اور آزاد فطرت کے بغیر بھی نہیں
شبیخوں بر جہانِ کیف و کم زد
اس نے دنیا کے جملہ حالات واسرار پر شب خون مارا (۲۰)
ز مجبوری بہ مختاری قدم زد
اور مجبوری سے مختاری کی جانب قدم بڑھائے

علامہ اقبال کے نزدیک مسلمانوں کے زوال کی سب سے بڑی وجہ "ذوقِ عمل" سے محرومی ہے اور اس کا اصل سبب وحدت الوجود کا عقیدہ اور تقدیر کا غلط تصور ہے، علامہ شکوہ کرتے ہیں کہ تقدیر کی غلط فہمی کی وجہ سے نسل جدید کو جبریت کا غلط عقیدہ سکھایا جارہا ہے کہ تمام شعوری واردات کا مبداء غیر شعوری نفس ہے۔ ہم نہیں جانتے ہمارے غیر شعوری نفس کی دنیا میں کیا ہو رہا ہے۔ اسی لیے اس پر ہمارا تصرف نہیں اور جب ہمارا تصرف نہیں تو ہم اس سے سرزد ہونے والے اعمال کے ذمہ دار نہیں۔ چنانچہ اس افیون نے نئی نسل اور عوام کی قوت عمل کو مفلوج کر دیا ہے۔ اس پیچیدہ فلسفہ تقدیر کے بارے میں مولانا رومی کا سوال قابل غور ہے۔

ISSN (Print): 2709-9636 | ISSN (Online): 2709-9644
Volume 2, Issue IV, (October to Decmber 2021)

اے شریک مستی خاصانِ بدر
میں نہیں سمجھا حدیثِ جبر و قدر (۲۱)

علامہ نے مسئلہ تقدیر یا جبر و قدر پر بہت کچھ لکھا ہے جو جاوید نامہ، زبور عجم، ضرب کلیم، پیام مشرق اور گلشن راز جدید میں موجود ہے۔ علامہ نے مسئلہ تقدیر کو اپنے دوسرے فلسفوں کی طرح کسی ایک مثنوی یا کتاب میں ترتیب وار نظم نہیں کیا جس کی وجہ سے تمام مطالب سمجھنے میں مشکلات کا سامنا کرنا پڑا۔ اقبال کے ہاں واضح طور پر اختیار کی طرف جھکاؤ کی وجہ بیسویں صدی کے مسلم معاشروں کی زبوں حالی بے عملی اور علم سے دوری ہے۔ اس صورت حال نے علامہ کو دین کی تفسیر نو اور تجدید پہ ابھارا اور اس کا نتیجہ جبریت سے دوری کی صورت میں نکلا۔

﴿فَمَنْ يَعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ خَيْرًا يَرَهُ Oوَمَنْ يَعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ شَرًّا يَرَهُ﴾

ترجمہ: تو جو ایک ذرہ بھر بھلائی کرے اسے دیکھے گا، اور جو ایک ذرہ بھر برائی کرے اسے دیکھے گا[۲۲]

ایسی روشن قرآنی آیات کے موجودگی میں انسان کے جملہ اعمال اور افعال کا تقدیر کو ذمہ دار ٹھہرانا قرین عقل ہے نہ قرین عدل و انصاف۔ علامہ کہتے ہیں اگر درج ذیل قرآنی آیت کا مطلب یہ لیا جائے کہ انسان ہر کام کے کرنے میں مختار اور بعض امور میں مجبور ہے۔

﴿وَمَا تَشَاءُونَ إِلَّا أَن يَشَاءَ اللَّهُ ۚ إِنَّ اللَّهَ كَانَ عَلِيمًا حَكِيمًا﴾

ترجمہ: اور تم کیا چاہو مگر یہ کہ اللہ چاہے بے شک وہ علم اور حکمت والا ہے۔[۲۳]

چونکہ احکام الٰہی کی پابندی کا بہترین نمونہ حضور اکرم ﷺ کی ذات مقدس ہے، اس لیے پیروی سنت حضور اکرم ﷺ ہی تقدیر اور کامیابی کی شمع راہ ہونا چاہیے۔ انہوں نے حضور اکرم ﷺ کے ارشاد کو یوں بیان کیا ہے:

سلطان بدر (آپ ﷺ) کا فرمان ہے کہ ایمان جبر و قدر کے درمیان ہے۔

تو ہر مخلوق کو مجبور کہتا ہے یعنی دور اور نزدیک کا قیدی تصور کرتا ہے لیکن انسان کی جان نفخ الٰہی کا کرشمہ ہے جو مختلف انداز میں جلوہ گر ہو کر جسم انسانی میں عزلت نشیں ہے۔ اس (خودی) کی مجبوری کی بات تو بیچ میں آتی ہی نہیں اس لیے کہ بغیر فطرتِ آزاد کے جان جان نہیں رہتی تو اس کیف و کم کی دنیا میں شبخون مار، مجبوری سے

مختاری کی طرف قدم بڑھا۔ جب وہ خودی اپنی ذات سے خودی کی گرد جھاڑ دیتی ہے تو وہ اپنے جہان کو ناقہ کی طرح ہانکنے لگتی ہے۔ پھر اس خودی کی اجازت کے بغیر نہ آسمان گردش کرتا ہے اور نہ کوئی اور ستارہ اس کی مدد کے بغیر چمکتا ہے۔ وہ (خودی) ایک روز ضمیر کائنات کو عیاں کر دیتی ہے اور اپنی آنکھوں سے اس کی حقیقت کا مشاہدہ کر لیتی ہے اور جب خودی ایسا کر لیتی ہے تو فرشتوں کی قطار راستہ میں کھڑی ہو جاتی ہے اور اس کے دیدار کی منتظر ہوتی ہے۔

چنین فرمودہ سلطان بدر است
رسول اکرم سلطان بدر کا فرمان ہے
کہ ایمان درمیان جبر و قدر است
کہ ایمان جبر اور قدر کے درمیان ہے
تو ہر مخلوق را مجبور گوئی
تیرے خیال میں ہر مخلوق مجبور ہے
اسیر بندِ نزد و دور گوئی
(تو) اسے زمان و مکان کا قیدی کہتا ہے
ولی جان از دم جان آفرین است
یہ روح اس خالق کائنات کے دم سے ہے
بہ چندین جلوہ ھا خلوت نشین است
جو اپنے تمام تر جلوؤں کے باوجود گوشہ نشیں ہے
ز جبر اور حدیثی درمیان نیست
روح کے جبر کے بارے کوئی نکتہ درمیان نہیں
کہ جان بی فطرت آزاد جان نیست
چونکہ روح مجبور نہیں اور آزاد فطرت کے بغیر بھی نہیں
شبیخون بر جہان کیف و کم زد
اس نے اس کیفیت و کمیت کی دنیا پر شب خون مارا
ز مجبوری بہ مختاری قدم زد
مجبوری سے مختاری کی جانب قدم بڑھائے
چو از خود گرد مجبوری فشاند
جب وہ (خودی) اپنی ذات سے مجبوری کی گرد و غبار جھاڑتی ہے
جہان خویش راچون ناقہ راند
تو پھر اپنے جہان کو ایک اونٹنی کی مانند ہانکتی ہے
نگردد آسمان بی رخصت او
آسمان اس کی بغیر اجازت گردش میں نہیں آتا
نتابد اختری بی شفقت او
اور اس کی مہربانی کے بغیر کو ستارہ مستنیر نہیں ہو
کند بی پردہ روزی مضمرش را
وہ (خودی) اس (دنیا) کے چھپے ہوئے دن کو ظاہر کر دیتی ہے
بچشم خویش بیند جوہرش را
اور اپنی آنکھوں سے اس کے جوہر کو دیکھتی ہے
قطار نوریان در رھگزار است
فرشتے قطار اندر قطار اس کے راہ میں کھڑے
پی دیدار او در انتظار است
اس کے دیدار کی خاطر اس کے انتظار میں کھڑے ہیں
(۲۴)

ISSN (**Print**): 2709-9636 | ISSN (**Online**): 2709-9644
Volume 2, Issue IV, (October to Decmber 2021)

جاوید نامہ میں فلکِ مریخ پر شہر مرغدین کی سیر کے دوران حکیم مریخی کی زبان سے کہتے ہیں:

اگر ایک تقدیر سے تیرا دل جلتا ہے اسے ترک کر دو اور اللہ تعالیٰ سے اور تقدیر طلب کر لو۔ اگر تو نئی تقدیر چاہے تو یہ جائز بات ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ کی تقدیریں لا انتہا ہیں۔ تقدیر کی باریک رمز ایک حرف میں مضمر ہے یعنی یہ کہ اگر تو بدل جائے تو تقدیر بدل جاتی ہے۔ اگر تو شبنم ہے، تو تیری تقدیر میں نیچے گرنا ہے۔ اگر تو قلزم ہے، تو تیری تقدیر میں ہمیشہ رہنا ہے۔ اگر تم خاک بنو گے تو تجھے تقدیر ہوا کے حوالے کر دے گی، اگر تم سنگ بنو گے تو تقدیر تمہیں شیشوں پر پھینکے گی۔

گر زیک تقدیر خوں گردد جگر
اگر ایک تقدیر سے تجھے سخت صدمہ پہنچتا ہے
خواہ از حق حکمِ تقدیرِدگر
تو خدا سے کسی دوسری تقدیر کی طلب کر

تو اگر تقدیر نو خواہی رواست
ترا (خدا سے) نئی تقدیر (یعنی تدبیر) طلب کرنا درست ہے
زانکہ تقدیراتِ حق لا انتہا ست
کیونکہ اللہ پاک کے ہاں لاتعداد تقدیریں ہیں

ارضیاں نقد خودی در باختند
دنیا والوں نے اپنی خودی کی قدر کو ہار گئے
نکتہ تقدیر را نشناختند
اسی سبب و تقدیر کے نکتہ کو پہچان نہ سکے

رمزِ باریکش بحرفے مضمر است
اس (تقدیر) کا راز ایک نکتہ کو پہچان نہ سکے
تو اگر دیگر شوی، او دیگر است!
وہ ترے بدلنے سے وہ بھی بدل جاتی ہے

خاک شو نذرِ ہوا سازد ترا
(تو) خاک بن جائے تو (تقدیر) تجھے ہوا کی نذر کر دے گی
سنگ شو بر شیشہ اندازد ترا!
(تو) پتھر بن جائے تو تجھے شیشے پر دے مارے گی

شبنمی؟ افتندگی تقدیر تست
کیا تو شبنم ہے؟ تو بلندی سے گرنا تیرا مقدر ہے
قلزمی؟ پایندگی تقدیرِ تست ! (۲۵)
اگر تو سمندر ہے؟ تو جاودانی (ہمیشگی) تیرا نصیب ہے

اقبال جاوید نامہ میں بعنوان 'روحِ ہندوستان نالہ و فریاد می کند' کے عنوان سے لکھتے ہیں:

ایسے فقر کو چھوڑ دینا چاہیے جو عریانی بخشتا ہو۔ وہ فقر مبارک ہے جو سلطانی بخشتا ہو۔ اللہ جبر سے بچائے اور جبر کو خاموشی سے برداشت کرنے کی خو سے بھی۔ جبر جابر اور مجبور دونوں کے لیے زہر ہے۔ مجبور صبر پیہم سے جبر کا

ISSN (**Print**): 2709-9636 | ISSN (**Online**): 2709-9644
Volume 2, Issue IV, (October to Decmber 2021)

خو گر ہو جاتا ہے اور ظالم جبر پیہم سے اس کا عادی ہو جاتا ہے۔ ظالم و مظلوم دونوں میں ذوقِ ستم بڑھتا ہے میری پکار یہ ہے کہ کاش میری قوم (اس نکتے کو) جانتی۔

بگذر از فقری کہ عریانی دھد
ایسا فقر جو عریانی بخشے اس سے کنارہ کشی کر لے
ای خنک فقری کہ سلطانی دھد
ایسا فقر کیا خوب ہے جو سلطانی بخشتا ہے
الحذر از جبر و ہم از خوی صبر
ایسے جبر اور صبر کی عادت سے بھی ہوشیار رہ
جابر و مجبور را زہر است جبر
جابر اور مجبور لوگوں کے لیے جبر زہر (قاتل) ہے
این بہ صبرِ پیہمی خو گر شود
(مجبور) جبر کے مقابل متواتر صبر کا عادی ہو جاتا ہے
آن بہ جبر پیہمی خو گر شود
(جابر) شخص جبر سے لگاتار ظلم کرنے کا عادی ہو جاتا ہے
ہر دو را ذوق ستم گردد فزون
دونوں (جابر اور مجبور) میں ظلم کا ذوق دوبالا ہو جاتا ہے
ورد من یَا لَیتَ قومِی یَعلمُون
"کاش میری قوم اس نکتہ کو سمجھ لیتی" میرا وِرد رہتا ہے (۲۶)

یوسف سلیم چشتی جبر و اختیار کی وضاحت میں لکھتے ہیں:

جب خودی میں تسخیرِ کائنات کی قوت پیدا ہو جاتی ہے تو وہ حلقہ جبر سے نکل کر دائرہ اختیار میں آ جاتی ہے اور اس کا نتیجہ ایک محیر العقول انقلاب کی صورت میں ظاہر ہوتا ہے مثلاً خودی کائنات پر حکمرانی کرنے لگتی ہے، آسمان کی گردش اور اخترِ آسمان کی تابش اس کی مرضی کے تابع ہو جاتی ہے، کائنات کا ضمیر اس کے سامنے عیاں ہو جاتا ہے اور فرشتے اس کے فرمانبردار ہو جاتے ہیں.... خودی مقید ہونے کی وجہ سے مجبور نظر آتی ہے لیکن دراصل مختار ہے۔ چنانچہ سرکارِ دوعالم ﷺ ارشاد فرماتے ہیں کہ الایمان بین الجبر و الاختیار۔ یعنی ایمان جبر و اختیار کے درمیان ہے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ اگرچہ خدا نے خودی کو مجبور بنا کر بھیجا ہے لیکن اس میں مقام اختیار پر فائز ہو سکنے کی صلاحیت مخفی کر دی ہے۔ اگر انسان اطاعت کرے گا تو صاحب اختیار ہو جائے گا۔ (۲۷)

در اطاعت کوش اے غفلت شعار
اے غفلت کے خوگر انسان، اطاعتِ خداوندی کی کوشش میں رہ
می شود از جبر پیدا اختیار
کیونکہ جبر ہی ایک ایسی حالت ہے جس سے اختیار جنم لیتا ہے (۲۸)

ISSN (**Print**): 2709-9636 | ISSN (**Online**): 2709-9644
Volume 2, Issue IV, (October to Decmber 2021)

مولانا جلال الدین محمد رومی کے بارے تاریخ نگاروں اور متکلمین کی غالب اکثریت یہی رائے رکھتی ہے کہ وہ اشعری المذہب اور جبری تھے، اس ادعا کو وہ متنی شہادت کے ساتھ ساتھ تاریخی حوالوں سے بھی ثابت کرتے ہیں۔

اس مقالے میں متنی شہادت کے ساتھ اس بات کا اثبات کیا گیا ہے کہ مولانا رومی کو ہر گز محض جبری العقیدہ نہیں کہا جا سکتا کیونکہ مولانا کے ہاں ایسے اشعار بکثرت پائے جاتے ہیں جو عقیدہ جبر کی نفی کرتے ہیں اور طول تاریخ میں شارحین اور متقدین کی نگاہوں سے اوجھل رہے ہیں۔

مولانا رومی نے مثنوی میں کبھی کبھی ایک ہی مسئلہ کو مختلف حالات میں مختلف زاویوں سے زیر بحث لایا ہے، اس وجہ سے ان کی حتمی رائے تک پہنچنے کے لیے چند اشعار سے کوئی نتیجہ حاصل نہیں کیا جا سکتا، خصوصاً قضا و قدر جیسے اہم اور نازک موضوع کی طرح جو خاص پیچیدگیوں کے حامل ہیں۔ اس موضوع سے متعلق تمام اشعار کو ہر زاویہ سے غور خوض اور مطالعہ کے بغیر اکٹھا کر کے اظہار نظر نہیں کیا جا سکتا۔

ڈاکٹر عبدالکریم سروش جو کہ موجودہ عہد میں مثنوی کے چند گنے چنے ایرانی ماہرین میں شمار ہوتے ہیں، اس بات پہ کہ مولانا رومی کی شاعری میں کبھی جبر اور کبھی اختیار کی طرف جھکاؤ کیوں دکھائی دیتا ہے اور یہ کہ مولانا رومی کو جبری کہا جائے یا اختیار کا حامی؟ یوں تبصرہ کرتے ہیں:

"شاعرانہ اور صوفیانہ واردات کی نوعیت کچھ ایسی ہے کہ کبھی صوفی یا شاعر اپنے آپ کو دونوں جہانوں سے بالاتر اور قوی تر محسوس کرتا ہے، اور کبھی اتنا بے بس اور حقیر کہ اپنے آپ کو مکمل طور پر بے اختیار سمجھتا ہے۔ ان دونوں کیفیات میں لکھی جانے والی شاعری الگ اور متضاد نوعیت کی ہوگی بے شک لکھنے والا ایک ہی شخص کیوں نہ ہو"(۲۹)

جدید ایران میں اکثر شارحین نے مولانا رومی کو اختیاری ثابت کرنے کی کوشش کی ہے اور اس کی وجہ بظاہر یہ معلوم ہوتی ہے کہ موجودہ ایران میں معتزلہ کے عقائد کی پذیرائی زیادہ ہے اور مولانا رومی کو اختیاری ثابت کر کے یہ محققین انہیں اپنا ہم عقیدہ ثابت کرنے کی کوشش میں ہیں۔ مولانا رومی کی شاعری میں جبر و اختیار کے حق یا مخالفت میں کثرت سے پائے جانے والے اشعار کی کوئی فلسفیانہ یا مسلکی وجہ نہیں ہے بلکہ اس ظاہری تضاد کی جڑیں صوفیانہ اور شاعرانہ واردات میں ہیں۔ وہ کبھی ایسی کیفیات سے گزرتے ہیں کہ اپنے آپ کو مکمل با اختیار اور صاحب ارادہ پاتے ہیں اور کبھی اپنے آپ کو جلالِ جبروت کے سامنے مکمل طور پر بے بس۔

حوالہ جات

۱۔ قادر فاضلی، جبر واختیار وقضاوقدر در مثنوی مولوی، ناشر فضیلت علم، تہران ایران سال اشاعت ۱۳۸۶ ہجری شمسی
۲۔ ڈاکٹر محمد معین، فرہنگ فارسی (اعلام) جلد نمبر۵، صفحہ نمبر۸۹، موسہ امیر کبیر تہران، ایران سال اشاعت ۱۳۷۱ہجری شمسی
۳۔ ڈاکٹر محمد معین، فرہنگ فارسی (اعلام) جلد نمبر۶، صفحہ نمبر۱۹۹۴ءموسہ امیر کبیر، تہران، ایران، سال اشاعت ۱۳۷۱ہجری شمسی، صفحہ نمبر۱۰
۴۔ ایضاً صفحہ نمبر۲۵
۵۔ مولانا جلال الدین رومی، مثنوی مولوی معنوی، مترجم قاضی سجاد حسین، جلد نمبر۵، صفحہ ۳۰۸،۳۰۹، ناشر الفیصل اردو بازار لاہور، سال اشاعت ۱۹۷۶ئ
۶۔ قادر فاضلی، جبر واختیار وقضاوقدر در مثنوی مولوی، ناشر فضیلت علم، تہران ایران، صفحہ ۳۳
۷۔ مولانا جلال الدین رومی، مثنوی مولوی معنوی، مترجم قاضی سجاد حسین، جلد نمبر۵، صفحہ ۳۱۰، ناشر الفیصل اردو بازار لاہور، سال اشاعت ۱۹۷۶ئ
۸۔ قادر فاضلی، صفحہ ۶۵
۹۔ ایضاً صفحہ نمبر۶۷
۱۰۔ مولانا جلال الدین رومی، جلد نمبر۶، صفحہ نمبر۳۳
۱۱۔ قادر فاضلی، صفحہ ۷۰-۶۹
۱۲۔ قادر فاضلی، صفحہ ۱۰۵
۱۳۔ مولانا جلال الدین رومی، جلد نمبر۶، صفحہ نمبر۲۶۸/۲۶۹
۱۴۔ ایضاً صفحہ نمبر۵۶
۱۵۔ علامہ اقبال، کلیات اقبال (اردو) صفحہ ۵۰۰ناشر شیخ غلام علی اینڈ سنز (پرائیویٹ) لمیٹڈ، ۱۹۹سرکلر روڈ چوک انارکلی، لاہور، سال اشاعت ۱۹۷۲ء
۱۶۔ کلیات اقبال فارسی
۱۷۔ کلیات اقبال فارسی (گلشن راز جدید) ص۵۵۶
۱۸۔ کلیات اقبال فارسی (پیام مشرق) ص۲۱۵
۱۹۔ کلیات اقبال فارسی (پیام مشرق) ص۲۲۰

۲۰۔ کلیات اقبال فارسی(زبور عجم)ص۵۵٦

۲۱۔ کلیات اقبال اردو(بال جبریل)ص۴۳۰

۲۲۔ کنزالایمان ترجمۃ القرآن سورہ الزلزال نمبر۹۹آیت نمبر۷,۸ص۲۷

۲۳۔ کنزالایمان ترجمۃ القرآن سورہ الدھر نمبر٦۷، آیت نمبر۳۰،ص٦۹۸

۲۴۔ کلیات اقبال فارسی(گلشن راز جدید)ص۵۵٦

۲۵۔ کلیات اقبال فارسی(جاوید نامہ)ص٦۹۵

۲٦۔ کلیات اقبال فارسی(جاوید نامہ)ص۳۲۷

۲۷۔ علامہ اقبال، شرح زبور عجم از یوسف سلیم چشتی، ص۵۹۱

۲۸۔ کلیات اقبال فارسی(اسرار خودی)ص۴۱

۲۹۔ عبدالکریم سروش،https://youtu.be/BCtUPbisuag